ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.7 No.1 2023

محدثین وفقہاء کا اخذ حدیث میں طریقہ کار: ایک جائزہ

SCHOLARS OF HADITH AND JURISTS METHODOLOGY IN HADITH EXTRACTION: A REVIEW

واجد ارشاد[1]

محمد اسلم ربانی[2]

صہیب شفیق[3]

ABSTRACT:

There is a significant difference between the scholars of hadith and the jurists regarding the derivation of hadith, that is why both parties have set the basic rules for understanding the hadith. The work is highlighted, in order to clarify the difference between the reasoning methods of the scholars of hadith and the jurists, and at the end, some examples are presented in which the arguments of the parties are highlighted in order to make it easier to understand.

Keywords: The method of scholars of hadith and jurists in accepting Hadith

تمہید:

محدثین اور فقہاء کے مابین اخذ حدیث کے حوالہ سے خاصا فرق پایا جاتا ہے، اسی وجہ سے دونوں فریق نے حدیث کو سمجھنے کے بنیادی قوانین مقرر کئے ہیں جن کو بالاختصار بیان کرنے کے بعد محدثین اور فقہاء کا روایات سے احکام کا استنباط واستخراج کا طریق کار پر روشنی ڈالی گئی ہے، تاکہ محدثین اور فقہاء کے استدلال کے طریق کار کا فرق واضح کیا جاسکے، اور آخر میں چند امثلہ پیش کی گئیں ہیں جس میں فریقین کے انداز استدلال پر روشنی ڈالی گئی ہے تاکہ سمجھنے میں آسانی رہے۔

"اے فقہاء کی جماعت آپ طبیب اور ہم دوا فروش ہیں" یہ امام اعمشؒ کا ایک تاریخی جملہ ہے، جو در حقیقت محدثین اور فقہاء کے مابین کام کی نوعیت کے تفاوت کو بیان کرتا ہے، محدثین نے احادیث کو جمع کیا اور فقہاء نے ان روایات سے مسائل واحکام مستنبط کئے، گویا محدثین اور فقہاء کے مابین ایک قسم کا ربط (تعلق) اور ایک قسم کا فرق بھی ہے، فقہاء اور محدثین کے باہمی تعلق کو حضرت شاہ ولی اللہؒ اس انداز میں بیان کرتے ہیں کہ علم الحدیث کے کچھ طبقات اور اس کے ماہرین کے کچھ درجات ہیں، ایک درجہ چھلکے اور سیپی کا ہے، دوسرا درجہ مغز اور موتی کا ہے، علماء ماہرین نے دونوں درجات میں نمایاں خدمت سرانجام دی ہے، علم حدیث میں چھلکے اور سیپی کے درجے کی چیز، احادیث کو صحیح وضعیف، غرابت وشہرت کی حد تک معلومات حاصل کرنا ہے اور یہ خدمت محدثین کرام نے سرانجام دی، جبکہ علم حدیث کا ہی ایک فن یہ بھی ہے کہ حدیث کے شرعی معانی کا فہم، اس سے جزوی احکام کا استنباط، مختلف دلالتوں کو مدنظر رکھتے ہوئے منصوص حکم پر غیر منصوص کو قیاس کیا جائے، منسوخ ومحکم، مرجوح ومبرم کا پتہ لگانا، حدیث کا یہ فن موتی ومغز کی حیثیت رکھتا ہے اور اس فن میں خدمت فقہاء ومجتہدین نے سرانجام دی۔[4]

ابو بکر الحازمیؒ اس کی اہمیت کو واضح کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

باہم احادیث میں ترجیح دینا فقہاء کا کام ہے، کیونکہ فقہاء کا مطمع نظر احادیث میں احکام ثابت کرنا ہوتا ہے، اور اس موضوع پر ان کی جولانیوں کی وسعتیں اور پہنائیاں بے پناہ ہیں۔[5]

علامہ خطابیؒ فقہ وحدیث کا تعلق اس سے بھی لطیف بتاتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

---

[1] پی ایچ ڈی سکالر علوم اسلامیہ، گفٹ یونیورسٹی گوجرانوالہ

[2] اسسٹنٹ پروفیسر، گورنمنٹ گریجوایٹ کالج ڈسکہ، پی ایچ ڈی سکالر علوم اسلامیہ وشریعہ، مسلم یوتھ فورس سٹی، اسلام آباد

[3] ایم فل اسلامک اسٹڈیز، کوآرڈینیٹر ڈیپارٹمنٹ آف اسلامک اسٹڈی، گفٹ یونیورسٹی گوجرانوالہ

[4] شاہ ولی اللہ۔ حجۃ اللہ البالغۃ۔ دارالاشاعت، کراچی 1981ء، ج:1، ص:2

[5] محمد علی، کاندھلوی۔ امام اعظم اور علم حدیث۔ انجمن دارالعلوم شہابیہ، سیالکوٹ، ص:217

حدیث کی حیثیت مکان وبلڈنگ کی بنیاد سی ہے، جبکہ فقہ کی حیثیت اس بنیاد پر قائم کی عمارت سی ہے، یادرہے جو بلڈنگ بغیر بنیاد کے بنائی جائے وہ مستحکم نہیں رہتی اور صرف بنیادیں بغیر عمارت کے چٹیل میدان سا ہوتا ہے۔[6]

بیان کردہ اقوال سے یہ بات عیاں ہوتی ہے کہ حدیث کو لینے کے اعتبار سے محدثین وفقہاء کا دائرہ کار الگ الگ ہے، باوجود اس کے طریقہ کار میں ایک حد تک ربط بھی پایا جاتا ہے۔

آج سے تقریباً 2سو سال قبل تیرہویں صدی ہجری میں فقہاء ومحدثین نے اخذ حدیث کے حوالہ سے اپنا اپنا طریقہ کار متعین کیا، صحت حدیث کے لیے قواعد واصول بنانا اگرچہ محدثین کرام کا کام ہے، تو قبولیت کے لیے شرائط وقواعد ترتیب دینا جناب فقہاء کرام کا کام ہے۔

اخذ حدیث کے ضمن میں محدثین کا طریقہ کار:

تنقید وتحقیق کے اعتبار سے حدیث کے دو اجزاء ہوتے ہیں، جن کو سند ومتن کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے، متن پر بحث کرنا داخلی نقد اور سند پر بحث کرنا خارجی نقد کہلاتا ہے، خارجی نقد میں راوی کے احوال کو مدنظر رکھتے ہوئے درجہ بندی کی جاتی ہے، جبکہ داخلی نقد میں معنی ومفہوم کے لحاظ سے تحقیق ومحل کی تعیین کی جاتی ہے۔[7]

قوم مسلم نے فنون حدیث میں خارجی نقد کے قوانین اس قدر کڑے طے کئے ہیں کہ ناقدینِ تاریخ کے ذہن کی رسائی نہیں ہوسکتی۔[8]

خارجی نقد میں اسناد بہت اہمیت کی حامل ہیں، جب خبث باطن کے حامل لوگوں نے اپنے عقائد کو ثابت کرنے کے لئے روایات کو وضع (گھڑنا) شروع کیا، تو حدیث بیان کرنے کے لئے سند کو لازم قرار دے دیا گیا، اور علم اسناد الحدیث کے باعث ہی "فن اسماء الرجال" وجود میں آیا، اس فن کی تدوین کی وجہ سے لاکھوں افراد کے حالات جمع کئے گئے، راویوں کے اوصاف اسناد کے اتصال وانقطاع کے احادیث کو متعدد اقسام تقسیم کردیا گیا، جن کو تفصیل اصول حدیث کی کتب میں دیکھا جاسکتا ہے۔[9]

محدثین عظام رحمھم اللہ نے خارجی نقد اصول وضع کرنے کے ساتھ ساتھ داخلی نقد کے قوانین بھی طے کئے، جن کو بالتفصیل تقی امینیؒ وغیرہ نے اپنی اپنی کتب میں بیان کئے ہیں۔[10]

بیان کردہ بحث سے یہ بات عیاں ہوتی ہے کہ حضرات محدثین کرام نے احادیث کی روایت ودرایت کے لئے جن اصولوں کو متعین کیا ہے ان قواعد کو حضرات فقہاء کرام نے بنیاد بناکر احادیث سے احکام ومسائل کے استنباط کی راہ ہموار کیا ہے۔

اخذ حدیث کے ضمن میں فقہا کا طریقہ کار:

خیر القرون کے ادوار کے بعد ایسا دور بھی آیا جب حدیث وفقہ کے مفہوم میں فرق ملحوظ رکھا جانے لگا، اس حوالہ سے اردو دائرہ معارف اسلامیہ کا مقالہ نگار رقم طراز ہے کہ: اس زمانے میں علم اور فقہ کے مفہوم میں فرق کیا جانے لگا، علوم کے معانی روایت یا معرفت نصوص قرار پائے اور فقہ کے معنی درایت یا نصوص سے استنباط احکام کا ملکہ قرار پائے۔[11]

بنابریں اس دور میں اہل علم کے دو طبقے طے ہوئے، ایک طبقے کا کام احادیث جمع کرنا، یاد کرنا اور ان کی اسناد کو زیر بحث لانا تھا، قطع نظر اس بات سے کہ اس کیا کیا مسائل مستنبط ہو رہے ہیں، جبکہ دوسرے طبقے کا کام ان احادیث کو جمع کرنے کے ساتھ ساتھ، چھان پھٹک کرنا، تشریحی احادیث کو الگ ذکر کرنا، ناسخ ومنسوخ میں فرق کرنا، پھر ان سے مسائل نکالنا وغیرہ تھا۔[12]

استخراج مسائل سے قبل احادیث کے اخذ وقبول کا مرحلہ آتا ہے جس کے لئے فقہاء نے چند بنیادی قوانین واصول طے کئے ہیں، جن کو بالاختصار بیان کیا جاتا ہے تاکہ بات سمجھنے میں آسانی رہے۔

---

[6] علامہ خطابی، ابوسلیمان، محمد راغب۔ معالم السنن۔ المطبعۃ العلمیہ، حلب 1932ء

[7] ضیاء الحسن فاروقی، شہر الحق۔ فکر اسلامی کی تشکیل جدید۔ مکتبہ رحمانیہ، لاہور، ص:107

[8] اردو دائرہ معارف اسلامیہ، دانش گاہ پنجاب لاہور، ج:7، ص:960

[9] سعید، اکبر آبادی۔ فہم قرآن۔ ادارہ الامیات، ص:105

[10] تقی امینی۔ حدیث کا درایتی معیار۔ قدیمی کتب خانہ آرام باغ، کراچی، ص:224

[11] اردو دائرہ معارف اسلامیہ، دانش گاہ پنجاب لاہور، ج:16، ص:504

[12] طفیل ہاشمی۔ امام ابوحنیفہ کی مجلس تدوین فقہ۔ علی مرکز، راولپنڈی، ص:29

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.7 No.1 2023

ائمہ حدیث کے ہاں حدیث کے صحیح ہونے کے لئے اتصال سند شرط ہے بصورت دیگر روایت غیر صحیح قرار پائے گی،حافظ ابن الصلاح وغیرہ صحیح حدیث کی تعریف کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

"الصحيح ما اتصل سنده نقل عدل ضابط من مثله من غير شذوذ ولا علة قادحة"[13]

(صحیح حدیث وہ ہے جس کی سند متصل،راوی عادل وتام الضبط ہو،شاذ اور علت قادحہ نہ ہو)

مذکورہ تعریف کے مطابق ایسی روایت جس میں انقطاع ہو محدثین کے ہاں ضعیف روایت کہلائے گی، محدثین کرام نے اپنے طے کردہ اصول کے مطابق مرسل روایت کو ضعیف قرار دیتے ہوئے ناقابل استدلال قرار دیا ہے،اس دور میں اسناد کے واسطے کم ہونے کی وجہ سے اتصال واسناد کچھ فرق نہیں پڑتا تھا،لہذا مسانید کی مثل مراسیل بھی قابل حجت تھیں۔

رہا مراسیل کا معاملہ تو اس حوالہ سے معلوم ہونا چاہئے متقدمین اسلاف،مثلاً:سفیان ثوریؒ،امام مالکؒ اور امام اوزاعیؒ مراسیل کو قابل حجت واستدلال تسلیم کرتے تھے،تاہم امام شافعیؒ مراسیل کے حجت ہونے پر کلام کیا ہے اور امام احمدؒ نے اس معاملہ میں امام شافعیؒ کی متابعت کی ہے۔[14]

ضبط الرواۃ:

ائمہ حدیث وفقہاء،راوی حدیث کے لئے ضابط،ثقہ اور عادل ہونا شرط قرار دیتے ہیں،راوی کا ضبط اس قدر مضبوط ہو کہ جب سے اس نے وہ روایت سنی اس زمانہ سے لے کر بیان کرنے تک اسی طرح یاد ہو تو اس سے روایت کرنا درست ہوگا۔[15]

امام نوویؒ نے ضبط کے متعلق امام ابو حنیفہؒ وامام مالکؒ کا مسلک بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

"فمن المشددين من قال لا حجة الا فيما رواه من حفظه و تذكره روى عن مالك وابى حنيفه "[16]

(ضبط کے متعلق انتہائی محتاط موقف یہ ہے کہ راوی اپنی روایت کا کامل حافظ ہونے کے ساتھ ساتھ مکمل استحضار پر بھی قادر ہو تب روایت بیان کرنا درست ہے،امام ابو حنیفہؒ اور امام مالکؒ کا یہی مسلک ہے)

القراۃ والسماع:

علماء حدیث کے ہاں تحمل واخذ کے جو طریقے رائج ہیں،اساسی طور پر دو طرح سے ہیں،ایک طریقہ سماع اور دوسرا طریقہ قراءۃ(قراءۃ علی الشیخ) کا ہے،سماع سے مراد یہ ہے کہ راوی اپنے شیخ(استاد) سے روایت سن کر ضبط(یاد) کرے،شیخ وہ روایت خواہ اپنے حافظہ سے،یا پھر مخطوطہ سے بیان کرے اس میں کوئی قید نہیں۔حافظ زین الدین العراقی اس کی تعریف ان الفاظ میں تحریر کرتے ہیں کہ:

" سواء حدث من كتا به اومن حفظه با ملاء او بغير املاء "[17](استاد روایت ضبط بالکتاب یا ضبط بالصدر بیان کرے)

اس حوالہ سے امام نوویؒ تحریر کرتے ہیں کہ:

"انه مذهب الزهري و مالك و ابن عينيه و يحى القطان والبخاري و جماعة المحدثين و معظم الحجازيين و الكوفين "[18]

---

[13] العراقی،عبدالرحیم بن الحسین۔التقیید والایضاح۔دار الفکر 1981ء،ص:23

[14] العراقی،عبدالرحیم بن الحسین۔التقیید والایضاح۔دار الفکر 1981ء،ص:23

[15] محمد علی،کاندھلوی۔امام اعظم اور علم حدیث۔انجمن دار العلوم شہابیہ،سیالکوٹ،ص:520

[16] خطیب بغدادی۔تاریخ بغداد۔قاہرہ 1931ء،ج:،ص:419

[17] محمد بن اسماعیل بن صلاح۔توضیح الافکار لمعانی تنقیح الانظار۔دار الکتب العلمیہ،بیروت،1997ء،ج:2،ص:297

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.7 No.1 2023

(زہری ، مالکؒ، ابن عیینہؒ، یحیٰ القطان، بخاریؒ، اور حجازو کوفہ کے جمہور علماء کی ایک جماعت سماع و قراءۃ کو حکماً ایک ہی درجہ میں رکھنے کے قائل ہیں)

روایت باللفظ:

روایت باللفظ اور روایت بالمعنی کے سلسلہ میں علماء حدیث کے مختلف اقوال وارد ہوئے ہیں اس پر تاکید کرتے ہوئے خطیب بغدادیؒ لکھتے ہیں کہ:

محدثین و اسلاف میں سے اکثر روایت بالمعنی کو جائز قرار نہیں دیتے اور رایت باللفظ کو لازمی قرار دیتے ہیں، ان کا ماننا ہے کہ اس میں کسی قسم کی تقدیم و تاخیر درست نہیں ہے، اس موضوع پر روایات بیان کی جاچکی ہیں، اکابرین نے عالم اور غیر عالم میں اس پہلو سے کوئی فرق روا نہیں رکھا ہے۔[19]

اہل علم میں سے ایک جماعت کا مسلک روایت بالمعنی مطلقاً جائز نہیں کا ہے، یہی مذہب امام مالکؒ نے اپنایا ہے، روایت باللفظ کے حوالہ سے امام مالکؒ و امام ابو حنیفہؒ اور کے ہم عصر نے جو موقف اختیار کیا تھا وہ محتاط پر مبنی تھا، کیونکہ اس دور میں روایات سے استنباط و استخراج کا کام جاری تھا، لہذا ضرورت اس امر کی تھی کہ روایات کی اچھی طرح سے جانچ کرلی جائے۔[20]

الشذوذ:

علماء اصول حدیث نے حدیث کے صحیح ہونے کے لئے "شذوذ کی شرط بھی لگائی ہے، لیکن اس کی تعریف کے ضمن میں محدثین کے ہاں اختلاف پایا جاتا ہے، حافظ ابن کثیر، ابو یعلی کے حوالہ سے شاذ کی تعریف نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

"والذي عليه الحفاظ ان الشاذ ماليس له الا اسناد واحد يشذ به ثقه او غير ثقه "[21]

(حفاظ کے نزدیک شاذ یہ ہے کہ اس کی صرف ایک ہی سند ہو اور اسی طرح ثقہ اور غیر ثقہ اس میں شذوذ پیدا کر رہا ہو)

امام حاکمؒ شاذ کی تعریف کچھ یوں فرماتے ہیں:

" هو الذي ينفرد به الثقه و ليمن له متابع"[22] (ثقہ راوی منفرد ہو اور اس کا کو متابع نہ ہو شاذ کہلائے گا)

امام ابو حنیفہؒ ایسی حدیث کو شاذ قرار دیتے ہیں جو دوسری احادیث اور قرآن کے خلاف ہو، امام صاحب کے نقطہ نظر کی توضیح کے لئے حافظ ابن عبد البر کا مطالعہ کرنا مناسب رہے گا۔[23]

شہرت و تواتر:

علمائے فقہ کے نزدیک حدیث کے راویوں کے لئے تواتر کی بھی شرط ہے، چونکہ احادیث کی حفاظت کا اہتمام اس قدر نہیں کیا گیا جس قدر قرآن کے متعلق کیا گیا، لہذا فقہاء میں سے امام مالکؒ و ابو حنیفہؒ روایت قبول کرنے حد درجہ محتاط تھے، ان کے محتاط رویہ کے حوالہ سے امام عبد الوہاب شعرانی لکھتے ہیں کہ:

" قد كان الامام ابو جنيفه يشترط في الحديث المنقول عن رسول الله قبل العمل به ان ير ويه عن ذلك الصحابي جمع اتقياءعن مثلهم "[24]

(امام ابو حنیفہؒ نبی مہربان ﷺ سے منقول حدیث کو معمول بہ ٹھرانے کے لئے یہ ضروری متصور کرتے تھے کہ اس روایت کو اس صحابی سے ان جیسے نیک لوگوں کی ایک جماعت نے روایت کیا ہو)

باقی فقہاء کے ہاں تواتر کی شرط اتنی شدت سے نہیں پائی جاتی جس قدر امام مالکؒ اور اور امام ابو حنیفہؒ کے ہاں پائی جاتی ہے۔

---

[18] سیوطی، جلال الدین۔ تدریب الراوی شرح تقریب النووی۔ طبع اولی باب الرحمۃ، مدینہ منورہ، ص:244، التقریب والتیسیر لمعرفۃ سنن البشیر النذیر ص:54 النوع الرابع والعشرون

[19] خطیب بغدادی، احمد بن علی۔ کتاب الکفایۃ فی معرفۃ اصول علم الروایۃ۔ حیدر آباد، 1357، ص:198

[20] امام اعظم کے اصول اخذ وحدیث، ص:10

[21] ابن کثیر۔ اختصار علوم الحدیث۔ دار الکتب العلمیہ، لبنان، ص:57

[22] امام حاکم۔ معرفۃ علوم الحدیث۔ تحقیق معظم حسین، بیروت، ص:119

[23] امام اعظم اور علم حدیث، ص:558

[24] عبد الوہاب الشعرانی۔ المیزان الکبری۔ ج:1، ص:62

محدثین کی رائے میں خبر واحد خاص شرائط پائے جانے کی صورت میں قابل حجت ہو سکتی ہے، ائمہ فقہ میں سے امام شافعیؒ کے ہاں خبر واحد حجت ہے، امام ابو حنیفہؒ اور امام مالکؒ کے نزدیک خبر واحد کو قبول کرنے کے لئے اپنی اپنی شرائط ہیں، وہ ان شرائط کے ساتھ ہی خبر واحد کو تسلیم کرتے ہیں ورنہ قیاس کو ترجیح دیتے ہیں اور خبر واحد کو ترک کر دیتے ہیں۔[25]

اہل ھویٰ کی روایات:

دوسری وتیسری صدی کے محدثین کا روایات کے قبول وعدم قبول کے حوالہ سے قبولیت روایت کے لئے اسلام اور عدالت شرط ہونے پر اتفاق کیا ہے، جبکہ کفر کی حالت میں فاسق کی بیان کردہ روایت مردود (غیر مقبول) ہے، البتہ اسلام کا ٹائٹل استعمال کرتے ہوئے مخصوص نظریات (خوارج، اہل تشیع، معتزلہ، اور مرجئہ وغیرہ) کے حامل لوگوں کی روایات کو قبول کیا جاسکتا ہے یا نہیں، اس حوالہ سے علماء کے اختلاف پر خطیب بغدادیؒ نے تفصیلاً لکھا ہے۔[26]

محدثین وفقہاء کے اخذ حدیث کے ضمن میں طے کردہ قوانین واصول کو مختصراً جان لینے کے بعد مناسب معلوم ہوتا ہے کہ محدثین وفقہاء کا روایات سے احکام کا استنباط واستخراج کا طریق کار پر روشنی ڈالی جائے، تاکہ محدثین اور فقہاکے استدلال کے طریق کار کا فرق واضح ہو سکے۔

محدثین کا حدیث سے احکام استنباط کا طریق کار:

فقہی مسلک کے اعتبار سے اہل حدیث (محدثین) کا موقف یہ رہا ہے کہ وہ کسی بھی توسط کے بغیر براہ راست سنت سے احکام ومسائل اخذ کرتے ہیں، اگر کوئی مسئلہ کتاب وسنت میں موجود نہ پائیں، شخصی تقلید کے عدم قائل ہونے کی وجہ سے کسی خاص امام کی تقلید کئے بنا جس امام کا قول وفتوی اقرب الی السنۃ پائیں کو قبول کر لیتے ہیں، ان کے ہاں حدیث کے مقابلہ میں قول صحابی و قول امام کوئی اہمیت نہیں رکھتے، ان کے ہاں خبر واحد سے بھی عقائد واعمال ثابت ہوتے ہیں۔[27]

امام ابو حنیفہؒ کا حدیث سے احکام استنباط کا طریق کار:

روایات واحادیث سے استدلال کے حوالہ سے امام ابو حنیفہؒ کا طریق کار یہ رہا ہے کہ ایک مسئلہ کے متعلقہ تمام روایات کو یکجا کر کے ان پر تدبر کر کے آپ ﷺ کے فرامین کی غرض وغایت کو جاننے کی کوشش کی جائے، موقع محل مختلف ہونے کے ساتھ باہم متعارض روایات میں پیغمبر ﷺ کی منشاء کا تعین کیا جائے، اس بات پر بھی نظر ہونی چاہئے کہ آپ ﷺ کا باعتبار زمانہ آخری عمل یا ہدایت کیا رہی تا کہ ناسخ ومنسوخ معلوم کیا جاسکے، امام ابو حنیفہؒ ان امور کے پیش نظر روایات میں اس انداز سے تطبیق وتوفیق پیدا کرنے کی کوشش کرتے کہ جملہ روایات اپنے اپنے محل میں منطبق ہو جاتیں اور کسی صحیح روایت کو ترک کرنے کی نوبت تک نہ آتی۔[28]

امام ابو حنیفہؒ کی اس سلسلہ میں عظیم کاوش ہے یہ کہ آپؒ نے تشریعی وغیر تشریعی احادیث فرق کیا جاسکے، جبکہ احادیث کی کتب میں اس فرق کو ملحوظ نہیں رکھا گیا، فقہاء احناف ایسے راوی جو علم واجتہاد میں مشہور نہیں ہوئے ان کی روایت کے مقابلہ میں قیاس کو ترجیح دیتے ہیں، خواہ ضعیف روایت کا ہی سہارا کیوں نہ لینا پڑے۔[29]

امام مالکؒ کا حدیث سے احکام استنباط کا طریق کار:

فقہ مالکیہ میں کتاب وسنت کے بعد قیاس قابل اعتماد ہے امام مالکؒ تعامل اہل مدینہ اور صحابہ کے اقوال کو سند مانتے ہیں، ان کی عدم موجودگی میں دلیل خاص یا قیاس پر عمل کرتے ہیں۔[30]

امام شافعیؒ کا حدیث سے احکام استنباط کا طریق کار:

اولاً: مام شافعیؒ احکام کا استنباط کرنے میں قرآن مجید ظاہری معانی پر اعتماد کرتے ہیں

---

[25] شاطبی۔اموافقات۔مطبعہ رحمانیہ، مصر، ج:2، ص:21

[26] الکفایہ فی علم الروایہ، ص:12

[27] اردو دائرہ معارف اسلامیہ، ج:16، ص:405

[28] امام ابو حنیفہ کی مجلس تدوین فقہ، ص:62

[29] امام ابو حنیفہ کی مجلس تدوین فقہ، ص:62

[30] اردو دائرہ معارف اسلامیہ، ج:16، ص:411

ثانیاً

تعامل صحابہ جس کو حدیث کی تائید حاصل ہو اور خبر واحد پر عمل کرتے ہیں

ثالثاً: اجماع کے حوالہ سے بڑی مشکل شرط کے ساتھ اجماع کے قائل ہیں، لیکن اس شرط کے ساتھ کے اس کے خلاف علم نہ ہو

رابعاً: امام شافعیؒ احناف کے استحسان اور مالکیوں کے استصلاح دونوں کے مخالف ہیں لیکن استدلال درست مانتے ہیں جو قیاس کی ہی ایک شکل بنتی ہے [31]

امام احمد بن حنبلؒ کا حدیث سے احکام استنباط کا طریق کار:

امام احمد بن حنبلؒ کے مسلک کا سب سے اہم پہلو یہ کہ وہ اجتہاد بالرائے کو قطعاً نہیں مانتے، محض قرآن وحدیث کو سند مانتے ہیں، ان کی اسی شدت کے باعث بعض لوگ ان کو فقیہ کم اور مجتہد زیادہ مانتے ہیں، حافظ ابن قیمؒ ان کے مسلک کے پانچ اصول بتلاتے ہیں۔

- قرآن وحدیث
- صحابہ کے اقضیہ
- اقوال صحابہ (بشرط قرآن وحدیث کے مطابق ہوں)
- مرسل وضعیف احادیث بھی اول الذکر کے بعد سند ہیں
- صرف ناگزیر حالات میں قیاس [32]

محدثین وفقہاء کا اخذ حدیث کے حوالہ سے طریقہ کار کی اجمالی وضاحت کے بعد مناسب معلوم ہوتا ہے کہ امثلہ کی روشنی میں اس کی توضیح کو پیش کیا جائے تاکہ محدثین وفقہاء کے اخذ حدیث کے ضمن میں عملی طور پر طریقہ کی حقیقت عیاں ہو جائے۔

لفظ "تفرقا" کی وضاحت: قاضی شوکانیؒ نے شیخین (بخاری ومسلم) کے حوالہ سے روایت نقل کی ہے کہ:

"عن ابن عمرعن النبي قال المتبايعان بالخيارمالم يتفرقا"[33]

مذکور روایت کو بنیاد بنا کر فقہاء نے یہ رائے قائم کی ہے کی کہ اگر دو آدمی آپس میں لین دین (کاروبار) کرتے ہیں، تو جب تک سودا کرنے والے اکٹھے رہیں تو بیع کو فسخ (توڑا) جا سکتا ہے اور دونوں کو اختیار حاصل ہے، لیکن شاہ ولی اللہؒ فرماتے ہیں کہ:

"فانه حديث صحيح روى بطرق كثيرة ويعمل به ابن عمروابو هريره من الصحابه ولم يظهرعلى الفقهاءالسعبة و معاصريهم فلم يكونو اليقو نون به فراى مالك وا بوحنيفه هذا علة قادحة في الحديث "[34]

(یہ روایت ایک سے زیادہ صحیح اسناد کے ساتھ بیان ہوئی ہے اور صحابہ میں سے ابن عمر اور ابو ہریرہ رضی اللہ تعالی عنھما اس پر عمل کیا ہے، لیکن فقہاء سبعہ اور ان کے معاصرین میں یہ ظاہر نہ ہونے کی وجہ سے ان نے عمل نہیں کیا، امام مالکؒ اور امام ابو حنیفہؒ نے فقہاء سبعہ کا اس روایت پر عدم عمل کو علت قادحہ سمجھا ہے)

شاگرد رشید امام محمدؒ نے مذکور روایت سے چند مسائل مستنبط کئے ہیں، اور فرماتے ہیں کہ اس روایت کا مطلب ہمارے نزدیک یہ ہے کہ جیسا ہمیں ابراہیم نخعیؒ سے معلوم ہوا ہے۔

- روایت میں مذکور لفظ "تفرقا" سے تفرق اقوال (بائعان کے اقوال مختلف نہ ہوں) مراد ہے۔
- جب فروخت کنندہ یہ کہہ کر فروخت کردے کہ یہ چیز میں فروخت کی تو اس کو رجوع کا حق اس وقت تک رہے گا جب تک خریدار یہ نہ کہہ دے کہ میں نے یہ چیز خرید لی [35]

---

[31] اردو دائرہ معارف اسلامیہ، ج:16، ص:413

[32] ابن قیم۔ اعلام الموقعین۔ اہل حدیث اکیڈمی، کشمیری بازار لاہور، ج:1، ص:24

[33] شوکانی، محمد بن علی۔ نیل الاوطار شرح منتقی الاخبار۔ دار الجبل، بیروت، ج:5، ص:157

[34] شاہ ولی اللہ۔ الانصاف فی بیان سبب الاختلاف۔ علماء اکیڈمی، محکمہ اوقاف، پنجاب، لاہور، ص:20

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.7 No.1 2023

- اگر خریدار کہہ دے کہ میں نے خرید لیا تو خریدار کو حق رجوع اس وقت تک ہے جب تک فروخت کنندہ یہ نہ کہہ دے کہ میں نے بیچ دیا۔[36]

حافظ ابن عبد البر، سفیان بن عیینہ کے حوالہ سے امام ابو حنیفہؒ نے جو اس حدیث کی تعبیر کی ہے کو بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ:

میں نے امام ابو حنیفہؒ کو "البیعان بالخیار مالم یتفرقا" والی حدیث پیش کر کے پوچھا اگر خرید و فروخت کرنے والے شخص کشتی میں سفر کر رہے ہوں تو ان میں افتراق کا حکم کب لاگو ہو گا۔[37] امام صاحبؒ نے ایک ہی جملہ میں حدیث کی روح سمجھا دی کہ تفرقا سے مراد تفرق اقوال ہے۔[38]

محدثین کرام نے اس روایت کو صحیح الاسناد "مالک عن نافع عن ابن عمر" میں اتصال و عدالت کی بنا پر صحیح قرار دیا ہے، جبکہ فقہاء نے اس روایت کو تعامل و سنت کی روشنی میں پرکھا۔

تحفہ دے واپس لینے کی کراہت: "قال رسول الله العائد في هبته كا لكلب يقيء ثم يعود فی قيئه"[39]

(نبی مہربان ﷺ نے فرمایا تحفہ دے کر واپس لینے اس کتے کی طرح ہے جو قے (الٹی) کے کر اس کو چاٹے)

اس روایت کو امام بخاریؒ نے اپنی صحیح میں دو اسناد کے ساتھ، سعید بن مسیب اور عکرمہ سے بیان کیا ہے، ان راویات کی بنا پر امام بخاریؒ نے یہ فیصلہ دیا ہے کہ صدقہ یا ہدیہ (تحفہ) دے کر واپس لینا جائز نہیں ہے، امام بخاریؒ کا مقام فقیہ سے زیادہ محدث کا ہے، انہوں نے اس روایت کے صرف ظاہری پہلو کو دیکھا ہے، اور ہبہ کی واپسی پر حرمت کا فیصلہ دیا ہے، جبکہ امام ابو حنیفہؒ اس جگہ قے کی تشبیہ کو نہیں دیکھا بلکہ غور و خوض کے بعد یہ واضح کیا ہے کہ قے (الٹی) واقعتاً ناپاک چیز ہے، اور ہبہ دے کر واپس لینے والا اس کتے کی طرح ہے جو قے (الٹی) کر کے چاٹے، اب ظاہر سی بات ہے قے تو حرام ہے لیکن کتے کے لئے حرام نہیں ہے کیونکہ حلت و حرمت کا تعلق؛ق تکلیف سے ہے اور کتا اس کا مکلف نہیں ہے، لہذا حدیث کی روح یہ ٹھری۔

- 1 ہبہ (تحفہ) کی واپسی مکروہ ہے
- اگر تشبیہ آدمی سے دی جاتی تو پھر ہبہ کی واپسی حرام ہوتی کیونکہ یہ آدمی کے لئے حرام ہے
- یہ کراہت بھی اس وقت معتبر ہو گی جب تحفہ لینے والا، تحفہ دینے والے کا قریبی رشتہ دار نہ ہو اور اس کے عوض میں تحفہ دینے والے کو نہ ہی بدلے میں چیز ملنے کا طمع ہو مذکورہ شرائط امام ابو حنیفہؒ احادیث کے نظر لگائی ہیں، رشتہ داری کی شرط سنن نسائی کی روایت "استثناء الوالدین ولدہ"[40]

اور عوض (بدلے) کی شرط دار قطنی میں سے مذکور روایت سے اخذ کی ہے۔"الرجل احق بهبته مالم يثب منها "[41](آدمی ہبہ کا حق دار ہے جب تک اس کا بدل نہ پائے)

امام بخاریؒ نے محدث ہونے کی حیثیت سے روایت کو سامنے رکھ کر ہبہ کی تحریم کا فیصلہ صادر فرمادیا، جبکہ امام ابو حنیفہؒ فقیہ ہونے کی حیثیت سے روایت کے متن کو مد نظر رکھتے ہوئے مسائل احکام کا استخراج کیا ہے۔

آگ پر بنی اشیاء کھانے سے وضو کرنا: جب ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہ کو یہ روایت بیان کی کہ:

"الوضوء مما مست النارولو من ثور اقط"

(جس چیز کو آگ چھوئے اس کے کھانے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے، گرچہ پنیر کا ایک ٹکڑا ہی کیوں نہ ہو)

تو ابن عباس فرمانے لگے: "ياابا هريرة انتوضاء من الدهن ؟انتوضاء من الحميم؟"[42]

---

[35] امام، محمد حسن۔ مؤطاء۔ مسلم اکیڈمی، محمد نگر لاہور، ص:423
[36] امام، محمد حسن۔ مؤطاء۔ مسلم اکیڈمی، محمد نگر لاہور، ص:423
[37] امام اعظم اور علم حدیث، ص:652
[38] امام اعظم اور علم حدیث، ص:652
[39] بخاري، أبو عبد الله، محمد بن إسماعيل۔ صحيح البخاري۔ دار طوق النجاة 1422ھ، كتاب الهبة و فضلها والتحريض عليها، باب هبة الرجل لامرأته والمرأة لزوجها، حدیث نمبر 2589
[40] نسائی، ابو عبد الرحمن، احمد بن شعیب۔ سنن نسائی۔ دار المعرفہ، بیروت 1412ھ
[41] سنن دار قطنی، ج:3، ص:43

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.7 No.1 2023

(کیا ہم چکناہٹ اور گرم پانی کے استعمال سے بھی وضوء کیا کریں)

جناب عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ چونکہ فقیہ ہونے کی وجہ سے حدیث کا محل متعین کرنا جانتے تھے جبکہ ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ محض محدث تھے، تو ان نے جوں کی توں بس روایت بیان کردی اور کہا بھتیجے جب تجھے رسول اللہ ﷺ کی حدیث بیان کی جائے تو باتیں نہ بنایا کر۔[43]

لیکن ابن عباس رضی اللہ عنہ کا فقیہ ہونے کی وجہ سے ان کے پیش نظر حدیث کا درایتی معیار تھا تو ان نے جناب ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مذکورہ سوالات کرڈالے، جیسا کہ فقہاء نے بھی یہاں پر وضو سے مراد کلی کرنا لیا ہے۔

قہقہ سے وضو کا ٹوٹ جانا: نماز کی حالت میں قہقہ لگا کر ہنسنے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے، اس موضوع پر مسند و مرسل دونوں طرح کی روایات وارد ہوئیں ہیں، یاد رہے کہ اس موضوع پر جتنی روایات وارد ہوئیں ہیں خواہ وہ مسند ہوں یا مرسل البتہ تمام کی تمام کسی نہ کسی وجہ سے ضعیف ہیں، گرچہ حافظ ہیثمیؒ نے ان کی توثیق بھی کی ہے۔[44] [45]

بہر حال نماز میں قہقہ مارنے سے وضو ٹوٹ جانے والے ضمن میں جتنی بھی احادیث آئی ہیں وہ مسند ہوں یا مرسل محدثین کے ہاں مشکلم فیہ ہیں۔[46]

باوجود اس کے قیاس (عقل) کا تقاضا ہے کہ قہقہ سے وضو نہیں ٹوٹنا چاہئے، امام ابو حنیفہؒ اس کے باوجود قیاس کی بنیاد قہقہ سے وضو ٹوٹنا کو قیاس کیا اور وضو کو ناقص قرار دیا ہے جبکہ محدثین ان روایات کو ضعیف قرار دے رہے ہیں۔[47]

جمعہ کی فرضیت کے افراد کی تعداد: "عن ام عبد الله الدوسيه قالت قال رسول الله له الجمعة واجبة على كل قرية و في رواية فيها امام و ان لم يكن الا اربعة و في رواية ثلاثة"[48]

(ہر بستی والوں پر جمعہ پڑھنا واجب ہے، ایک روایت میں امام موجود ہو کی شرط بیان ہوئی ہے، اگرچہ چار افراد ہی کیوں نہ ہوں، ایک اور روایت میں اگرچہ تین افراد ہی کیوں ہوں بیان ہوئے ہیں)

بیان کردہ روایت کو صاحب دار قطنی نے تین اسناد کے ساتھ نقل کیا ہے، جن میں سے ایک سند میں معاویہ بن یحیٰی دمشقی وارد ہوا ہے جو صاحب کتاب و دیگر محدثین کے ہاں ضعیف ہے، دار قطنی نے رواۃ کے ضعف کے علاوہ، منقطع بھی قرار دیا ہے کیوں کہ تینوں اسناد امام زہریؒ ام عبداللہ الدوسیہ سے روایت بیان کرتے ہیں، جبکہ زہریؒ کا ام دوسیہ سے سماع ثابت نہیں ہے، یہ رہی تحقیق سند محدثین کے نزدیک، اب دیکھتے ہیں کہ فقہاء نے اس روایت جو مسائل اخذ کئے ہیں وہ کون سے ہیں؟

روایت میں موجود لفظ "قریۃ" سے مراد ایسی بستی جو جامعہ ہو ہے۔ یعنی آس پاس کی بستیوں کا مرکزی مقام مراد لیا جائے گا، ایسی مرکزی بستی میں خواہ تین یا چار فرد ہی مسجد میں اکٹھے ہو جائیں، تو فقہ حنفیہ کے پیروکاروں کے ہاں جمعہ کی ادائیگی درست ہو گی۔

شاہ ولیؒ اللہ کی عبارت سے بھی یہی واضح ہوتا ہے۔

"والا صح عندی انہ یکفی اقل ما یقال قریۃ اقول خمسون یتقری بھم قریۃ"[49]

---

[42] ترمذی، ابوعیسی، محمد بن عیسی۔ سنن ترمذی۔ بیروت، دار الغرب الاسلامی 1998ء، کتاب الطھارۃ عن رسول اللہ ﷺ، باب الوضوء مما غیرت النار، حدیث نمبر: 79

[43] حدیث کا درایتی معیار، ص: 183

[44] حافظ ہیثمی۔ مجمع الزوائد و منبع الفوائد۔ مؤسسۃ المعارف، بیروت، ج: 1، ص: 251

[45] امام اعظم اور علم حدیث، ص: 657

[46] امام اعظم اور علم حدیث، ص: 657

[47] امام اعظم اور علم حدیث، ص: 657

[48] علی بن عمر دار قطنی۔ سنن دار قطنی۔ عالم الکتب بیروت، ج: 2، ص: 9

[49] شاہ ولی اللہ۔ حجۃ اللہ البالغۃ۔ دار الاشاعت، کراچی 1981ء

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.7 No.1 2023

میرے نزدیک صحیح ترین قول یہ ہے کہ کم سے کم آبادی جس پر قریہ کا اطلاق ہو سکتا ہے ان کی تعداد پچاس افراد ہیں اور نماز جمعہ درست ہو گی)

دیکھیں مذکورہ روایت میں فقہاء نے متن حدیث کے لفظ "قریۃ" سے استدلال کرتے ہوئے معنیٰ کی وضاحت کر دی ہے۔

خلاصہ: درج بالا امثلہ یہ حقیقت کھل کر سامنے آتی ہے کہ جناب محدثین کرامؒ اپنی عمریں صرف کر کے صحیح و غیر صحیح احادیث مرتب کر تنقید اصول فراہم کر دیئے، محدثین کے قائم کردہ اصولوں کو مد نظر رکھتے ہوئے فقہاء کی جماعت فقہ کی بلڈنگ تعمیر کی، بالفرض محدثین احادیث میں چھان پھٹک نہ کرتے تو آج فقہاء اس قدر عظیم الشان فقہ کی عمارت بنانے میں ناکام رہتے۔

کتابیات

ابن کثیر، احمد محمد شاکر۔ اختصار علوم الحدیث۔ دار الکتب العلمیہ، لبنان، 2013ء

ابن قیم۔ اعلام الموقعین عن رب العالمین۔ اہل حدیث اکیڈمی، کشمیری بازار لاہور 1999ء

اردو دائرہ معارف اسلامیہ، دانش گاہ پنجاب لاہور

بخاري، أبو عبد الله، محمد بن إسماعيل۔ صحیح البخاري۔ دار طوق النجاۃ 1422ھ

ترمذی، ابو عیسی، محمد بن عیسی۔ سنن ترمذی۔ بیروت، دار الغرب الاسلامی 1998ء

تقی امینی۔ حدیث کا درایتی معیار۔ قدیمی کتب خانہ آرام باغ، کراچی، 1986ء

امام حاکم، محمد بن عبد اللہ، نیشاپوری۔ معرفۃ علوم الحدیث۔ تحقیق معظم حسین، بیروت

خطیب بغدادی، احمد بن علی۔ کتاب الکفایۃ فی معرفۃ اصول علم الروایۃ۔ حیدر آباد

خطیب بغدادی، احمد بن علی۔ تاریخ بغداد۔ قاہرہ 1931ء

ابو الحسن، علی بن عمر دار قطنی۔ سنن دار قطنی۔ عالم الکتب بیروت

علامہ خطابی، ابو سلیمان، محمد راغب۔ معالم السنن۔ المطبعۃ العلمیہ، حلب 1932ء

سیوطی، جلال الدین۔ تدریب الراوی شرح تقریب النووی۔ طبع اولی باب الرحمۃ، مدینہ منورہ 2009ء

سعید احمد، اکبر آبادی۔ فہم قرآن۔ ادارہ اسلامیات، لاہور 1982ء

شاطبی۔ الموافقات۔ مطبعہ رحمانیہ، مصر، 1997ء

شوکانی، محمد بن علی۔ نیل الاوطار شرح منتقی الاخبار۔ دار الجیل، بیروت

شاہ ولی اللہ۔ الانصاف فی بیان سبب الاختلاف۔ علماء اکیڈمی، محکمہ اوقاف، پنجاب، لاہور

شاہ ولی اللہ۔ حجۃ اللہ البالغۃ۔ دار الاشاعت، کراچی 1981ء

ضیاء الحسن فاروقی، شہر الحق۔ فکر اسلامی کی تشکیل جدید۔ مکتبہ رحمانیہ، لاہور، 1978ء

ڈاکٹر، طفیل ہاشمی۔ امام ابو حنیفہ کی مجلس تدوین فقہ۔ علمی مرکز، راولپنڈی، 1998ء

عبد الوہاب بن احمد الشعرانی۔ المیزان الکبری۔ مکتبۃ الثقافۃ الدینیۃ، قاہرہ مصر، 1425ھ

العراقی، عبد الرحیم بن الحسین۔ التقیید والایضاح۔ دار الفکر 1981ء

نسائی، ابو عبد الرحمن، احمد بن شعیب۔ سنن نسائی۔ دار المعرفہ، بیروت 1412ھ

امام ابو عبد اللہ، محمد بن یزید بن ماجہ۔ سنن ابن ماجہ۔ دار الفکر، بیروت 1415ھ

امام، محمد حسن۔ موطاء۔ مسلم اکیڈمی، محمد نگر لاہور

محمد بن علی، شوکانی۔ فتح القدیر۔ دار الفکر للطباعۃ والنشر والتوزیع، بیروت 1981ء

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.7 No.1 2023

صدیقی، کاندھلوی۔ امام اعظم اور علم حدیث۔ انجمن دارالعلوم شہابیہ، سیالکوٹ

محمد بن اسماعیل بن صلاح۔ توضیح الافکار لمعانی تنقیح الانظار۔ دارالکتب العلمیہ، بیروت، 1997ء

حافظ ہیثمی۔ مجمع الزوائد و منبع الفوائد۔ مؤسستہ المعارف، بیروت